© rasailojaraid.com

مولانا محمد عبدالحق چوہان

رکن مرکزی مجلس شوریٰ مجلس احرار اسلام پاکستان

حسب فرمائش مفتیوں سے خصوصی گزارش

عورۃ کی سربراہی اور اُس کا حکم

اس وقت مولانا غلام قادر صاحب مفتی جامعہ دارالہدیٰ حبیب آباد ٹھیڑی خیرپور میرس سندھ کی ایک طویل تحریر ہمارے پیشِ نظر ہے۔ مولانا کی یہ تحریر عورۃ کی سربراہی کے حکم پر محیط ہے۔ مولانا نے بزعم خود قرآن حدیث اور فقہا کی عبارت سے عورۃ کی سربراہی کے جواز کو ثابت کرنے کی سعی ناتمام کی ہے۔ اور اپنے اس دعویٰ کے اثبات کیلئے انہوں نے منطقی اصطلاحات کو بھی استعمال کیا ہے۔ اپنی کم مائیگی علمی بے بضاعتی کے اعتراف کے باوجود ہمیں مفتی صاحب کے مؤقف سے شدید اختلاف ہے۔ اس وقت ہم مفتی صاحب کی تحریر پر اجمالی تبصرہ کرتے ہیں۔ مفتی صاحب کے استدلال کا تمام تر مدار اس امر پر ہے کہ عورۃ عہدۃ قضا پر فائز ہوسکتی ہے؟ آپ نے کنز الدقائق سے ایک عبارۃ پیش کر کے اپنے دعویٰ کے ثبوت کیلئے حاشیہ کی یہ عبارۃ نقل کی ہے:

ولو قضت بالحدود والقصاص وامضاہ قاضٍ آخر یری جوازہ جاز بالاجماع لان نفس القضاۃ مجتہد فیہ [باب کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ ص۲۸۰]

حاشیہ نمبر ۵۔ کنز الدقائق کلاں مجتبائی۔

اور اگر عورۃ حدود اور قصاص کے معاملہ میں فیصلہ کرے اور دوسرا قاضی اس فیصلہ کو صحیح سمجھتے ہوئے نافذ کرے تو یہ فیصلہ بالاجماع صحیح ہے۔ کیونکہ اس طرح کے معاملات میں عورۃ کا فیصلہ ایک اجتہادی امر ہے۔

یہ عبارۃ نقل کرنے کے بعد مولانا تحریر کرتے ہیں کہ:

"اس عبارۃ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ عورۃ کے فیصلے اور ججمنٹ حدود و قصائص کے معاملہ میں بھی بعض صورتوں میں اجماعاً نافذ ہوسکتے ہیں۔"

اصل کی مراجعۃ کے بعد جو حقیقت واضح ہوئی اس کے پیشِ نظر ہم اس مصرعہ کے دہرانے پر مجبور ہیں

چہ دلاورست دزدے کہ بکف چراغ دارد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولانا حاشیہ کی اس عبارۃ کا [illegible] حصہ [illegible] ذکر [illegible] ہیں کیونکہ اس عبارۃ سے مولانا کے مؤقف کی تغلیط ہوتی ہے۔ وہ عبارۃ یہ ہے:

قوله تقضى المرأة في غير حد وقود لما مرّ من اهل قضاء اهل الشهادة ۔ وشهادة المرأة جائزة في غير الحد والقصاص فكذا قضاءها الا ان موليها آثم لخبر خاب قوم ولوا امرهم امرأة ۔

مصنّف کا قول کہ عورۃ حدود اور قصاص کے علاوہ یہ فیصلہ کرے۔ یہ اس لئے کہ پہلے گزر چکا ہے کہ جو شخص شہادۃ کا اہل ہے اس میں قضا کی بھی اہلیۃ ہے اور عورۃ کی گواہی چونکہ حدود اور قصاص کے بغیر جائز ہے۔ اس لئے اس کا فیصلہ بھی۔ ہاں البتہ جو شخص عورۃ کو قاضی مقرر کرے وہ گنہگار رہے۔ کیونکہ حدیث ہے کہ جو قوم اپنے امور عورۃ کے سپرد کردے وہ خائب وخاسر ہے۔

اس عبارۃ سے یہ بات بالکل ہی واضح ہو جاتی ہے کہ عورۃ کا منصب قضاء پر تمکن صحیح نہیں کیونکہ اگر یہ تمکن صحیح ہے تو پھر اس کو قاضی مقرر کرنے والا کس لئے گنہگار رہے ؟

اگر بالفرض تنزلاً ہم تسلیم کرلیں کہ عورت قاضی بن سکتی ہے تب بھی مولانا کا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا اس لئے کہ ادنیٰ اور صغید منصب کے جواز سے اعلیٰ اور ارفع منصب کا جواز کس طرح ثابت ہو سکتا ہے۔ ؟

اور پھر مولانا اپنے دعویٰ کے ثبوت کے ضمن میں فرماتے ہیں :

"اور کوئی صاحب استدلال میں " الرجال قوامون على النساء " کی آیۃ کو پیش کریں تو میں عرض کروں گا کہ یہ استدلال بھی ہمارے فہم سے باہر ہے اس لئے کہ قاعدہ کہ جمع کا مقابلہ جب جمع کے ساتھ ہوتا ہے تو انقسام الاحاد علی الاحاد ہوا کرتا ہے کما فی کتب اصول الفقہ تو اس آیت کا مطلب تو یہ ہے کہ زوج یعنی خاوند اپنی بیوی پر قوام ہے۔ آخر ایک غیر متمدن انسان کس طرح یہ بات برداشت کریگا کہ مثلاً زید کی بیوی پر خالد قوّام ہو۔ یا خالد کی بیوی پر زید قوّام ہو۔"

آیۃ کریمہ کے استدلال کے جواب میں مولانا کی یہ تمام تحریر بھی اُن کے لئے مفید نہیں کیونکہ جب آیۃ کا تعلق خانگی امور کے ساتھ ہے تو اس آیۃ سے ثابت ہوا کہ عورۃ باعتبار عبارۃ النص کے تدبیر منزل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں قوّامیۃ کی صلاحیۃ نہیں رکھتی جو کہ اجتماعی زندگی کے ارتقائی منازل میں سے منزلِ اوّل ہے۔ اور باعتبار قوانین علم اصولِ فقہ کے یہی آیۃ دلالۃ بلحاظ دلالۃ النص اس امر پر دلالۃ کرتی ہے کہ عورۃ میں تدبیرِ مملکۃ کی قوّامیۃ کی صلاحیۃ نہیں جو کہ ان منازل کی آخری منزل ہے۔ آخر ایک عقلمند انسان کس طرح باور کر سکتا ہے کہ بیگم زرداری جو کہ اپنے گھر میں قوّام نہیں بن سکتی وہ پورے ملک کی قوّام کیسے بنے گی۔

مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ تعالیٰ اسی آیۃ کریمہ کی تشریح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"نزولِ قرآن سے پہلے دنیا کا عالمگیر اعتقاد یہ تھا کہ وجودِ انسانی کا کامل ظہور صرف مردوں ہی کی جنس میں ہوا ہے۔ عورتوں کی ہستی کوئی مستقل ہستی نہیں رکھتی۔ وہ صرف اس لئے بنائی گئی ہیں کہ مردوں کی کام جوئیوں کا ذریعہ ہوں۔ اور ان کی چاکری و پرستاری میں فنا ہوں۔

قرآن تاریخِ عالم کی سب سے پرانی آواز ہے جو اس اعتقاد کے خلاف بلند ہوئی۔ وہ کہتا ہے خدا نے نوعِ انسانی کو مرد اور عورۃ کی دو جنسوں میں تقسیم کر دیا ہے اور دونوں یکساں طور پر اپنی اپنی ہستی اپنے اپنے فرائض اور اپنے اپنے حال رکھتی ہیں۔ کارخانۂ معیشت کے لئے جس طرح ایک جنس کی ضرورۃ تھی ٹھیک اسی طرح دوسری جنس کی بھی ضرورۃ تھی۔ انسان کی معاشرتی زندگی کیلئے یہ دو مساوی عنصر ہیں۔ جو اس لئے پیدا کئے گئے ہیں کہ ایک دوسرے کے ساتھ ملکر ایک مکمل زندگی پیدا کریں۔ البتہ اللہ نے دنیا میں ہر گروہ کو دوسرے گروہ پر خاص خاص باتوں میں فضیلۃ دی ہے۔ اور ایسی فضیلت مردوں کو بھی عورتوں پر ہے۔ مرد عورتوں کی ضروریاتِ معیشت کے قیام کا ذریعہ ہیں۔ اس لئے سربراہی کارفرمائی کا مقام قدرتی طور پر انھی کے لئے ہو گیا ہے۔"

[ترجمان القرآن —— ج ۱]

قاضی ناصر الدین ابو الخیر عبداللہ بن عمر البیضاوی المتوفی ۶۹۱ھ اسی آیت کریمہ کے ذیل میں فرماتے ہیں:

بسببِ تفضیلہ تعالی الرجال علی النساء	یہ تولیۃ انتظام مردوں کے سپرد اس لئے کی گئی ہے
بکمال العقل وحسن التدبیر	کہ خداوند قدوس نے باعتبار کمالیۃ عقل حسنِ
ومزید القوۃ فی الاعمال والطاعات	تدبیر اعمال و طاعات میں مزید قوۃ کے مردوں کو
ولذالک خصوا بالنبوۃ والامامۃ	عورتوں پر فضیلت دی ہے۔ اسی بنا پر منصبِ نبوۃ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

والولاية واقامة الشعائر والشهادة في مجامع القضايا۔

اقامت شعائر اسلامیہ اور عدالتوں کے عام مجامع میں گواہی دینا مردوں کے ساتھ مختص ہے۔

[بیضاوی ص ۱۸۵ ج ۱]

اور علامہ محمود بن عبد اللہ الآلوسی البغدادی المتوفی سنہ ۱۲۷۰ھ اپنی مشہور تفسیر روح المعانی میں اس آیۃ کے ذیل میں کہتے ہیں:

ولذلك خصوا بالرسالة والنبوة على الاشهر وبالامامة الكبرى والصغرى۔ واقامة الشعائر كالاذان والاقامة والخطبة والجمعة

[روح المعانی ص ۲۳ ج ۵]

اسی قوامیۃ کی فضیلۃ کے لحاظ سے مشہور مذہب کے مطابق رسالۃ اور نبوۃ کے ساتھ مرد مختص ہیں اور امامۃ کبریٰ یعنی مملکۃ کی سربراہی اور امامۃ صغریٰ اور اقامۃ شعائر جیسے اذان، تکبیر، خطبہ اور جمعہ بھی مردوں کیلئے خاص ہیں۔

اور بیگم زرداری کی وکالۃ اور حمایۃ میں مولانا صاحب فقہی احکام کا لحاظ کئے بغیر فرماتے ہیں:

امامۃ صغریٰ کی تو اہل ہے کما فی مسئلۃ امامۃ النساء للنساء۔

اب یہ فقہا اور علماء ہی کو معلوم ہے کہ عورتوں کی جماعت کا فقہی لحاظ سے کیا حکم ہے؟ ہمیں تو یہی معلوم ہے کہ یہ جماعۃ مکروہ تحریمی ہے۔ اور مکروہ تحریمی درجہ حرام کے بالکل ہی قریب ہے اور اگر استدلال کی یہی نوعیت ہے تو پھر بیگم صاحبہ کی سربراہی بھی صرف عورتوں کیلئے ہوگی۔

شرح عقائد نسفی میں رئیس مملکۃ کیلئے یہ شرائط لازم قرار دیئے گئے ہیں:

ويشترط ان يكون من اهل الولاية المطلقة الكاملة اى مسلماً حراً ذكراً عاقلاً بالغاً۔ اذ ما جعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلا۔ والعبد مشغول بخدمة المولى مستحقر فى اعين الناس والنساء ناقصات عقل ودين والصبى والمجنون قاصران عن تدبير الامور والتصرف فى

رئیس مملکۃ کیلئے یہ شرط ہے کہ وہ صاحب ولایت تامہ وکاملہ ہو یعنی مسلمان، آزاد، مرد، عاقل، بالغ ہو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے کافر کو مسلمان پر ولایۃ کا حق نہیں دیا۔ اور غلام اپنے سردار کی خدمۃ میں ہمیشہ مشغول رہتا ہے اور لوگوں کی نگاہ میں بھی حقیر رہتا ہے۔ اور عورتیں عقل اور دین کے اعتبار سے ناقص ہیں۔ غیر بالغ بچہ اور مجنون عام رعایا کے

© rasailojaraid.com

في مصالح الجمهور ـ کے امور کی تدبیر اور تصرف سے قاصر ہیں۔

[شرح عقائد نسفی ص ۱۱۲]

اور علامہ عبد العزیز پرہاروی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح عقائد کی اسی عبارۃ کے ذیل میں اپنی مشہور کتاب نبراس شرح شرح عقائد میں فرماتے ہیں :

وایضاً هي مأمورة بالتستر وترك الخروج الى جامع الرجال وایضاً قد اجمع الامة على عدم نصبها حتى في الامامة الصغرى۔

[نبراس ص ۵۳۷]

اور عورۃ کے رئیس مملکۃ نہ بننے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ شرعاً عورۃ کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو چھپائے رکھے اور مردوں کے عام مجمع میں نہ نکلے اور یہ وجہ بھی ہے کہ تحقیق اُمت نے عورۃ کو سربراہ مملکۃ نہ مقرر کرنے پر اجماع کر لیا ہے حتیٰ کہ امامۃ صغریٰ میں بھی۔

اور مسایرہ شرح مسامرہ میں ہے :

شرط الامام بعد الاسلام امور خمسة الذكورة والورع والعلم والكفاءة وقد اخل المصنف باشتراط التكليف والحرية وكأنه تركه لظهور انه لا تصح امامة الصبي والمعتوه لقصور كل منهما عن تدبير الامور العامة وامامة العبد لانه مستغرق الاوقات بحقوق السيد محتقر في اعين الناس لا يهاب ولا يمتثل امره واشتراط الذكورة لبيان امامة النساء لا تصح اذ النساء ناقصات عقل ودين كما ثبت بالحديث الصحيح ممنوعات عن الخروج الى مشاهد الحكم ومعارك الحرب،

رئیس مملکۃ کیلئے مسلمان ہونے کے علاوہ پانچ امور ضروری ہیں۔ مرد ہونا۔ تقویٰ۔ علم۔ قوۃ۔ اور مصنف نے حریۃ اور عاقل بالغ ہونے کی شرط کو اس لئے ترک کر دیا ہے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ غیر بالغ اور مجنوں کی امارۃ صحیح نہیں کیونکہ دونوں جب اپنے ذاتی امور میں تصرف نہیں کر سکتے تو رعایا کے امور کو کس طرح سرانجام دیں گے اور غلام کی امارت بھی صحیح نہیں اس لئے کہ وہ تو ہر وقت اپنے سردار کے حقوق کی ادائیگی میں مشغول رہتا ہے اور لوگوں کی نگاہ میں بھی حقیر رہتا ہے۔ جس کی نہ تو کوئی وقعت ہے اور نہ ہی اس کی فرماں برداری کی جاتی ہے اور مرد ہونے کی شرط یہ امر بیان کرنے کیلئے لگائی ہے کہ عورتوں کی امارۃ صحیح نہیں اس لئے

© rasailojaraid.com

[المسایرہ ص۱۴۲-۱۴۳] اس لئے کہ وہ عقل اور دین کے اعتبار ناقص ہیں

جس طرح کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے اور عورتوں

کا میدان کارزار اور عدالت کے عام مجمع میں آنا بھی

ممنوع ہے۔

مولانا نے اپنے مزعومہ نظریہ کی تائید میں سنہ ۱۹۵۲ء میں ۳۱ علماء کرام کی مرتبہ اسلامی دستوری سفارشات

کا حوالہ دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

نیز ۱۹۵۲ء میں ۳۱ علماء کرام نے جو دستور بائیس ۲۲ نکات پہ مشتمل مرتب فرمایا تھا اس میں دفعہ نمبر ۱۲

کا متن یہ ہے:

"رئیس مملکت مسلمان ہو جس کے تدین صلاحیت اور اصابت رائے پر جمہور یا ان کے منتخب

نمائندگان کو اعتماد ہو۔

[بحوالہ اسلامی انسائیکلو پیڈیا ص۱۳۸۲۔ مدیر سید قاسم محمد]

ان دفعات میں عورت کیلئے ممانعت کا کوئی دفعہ شامل نہیں کیا گیا بلکہ صرف مسلمان ہونے

کا شرط کیا گیا ہے اور جن علماء کرام نے یہ خاکہ تیار کیا تھا وہ ملک کے نہایت چوٹی کے جید علماء

ہر مکتب فکر کے شامل تھے۔"

پہلے تو مفتی صاحب کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ دستوری نکات ۲۲ نہیں بلکہ ۲۳ ہیں۔ اور اس دفعہ کے

نقل کرنے میں مفتی صاحب نے جس خیانت کا مظاہرہ کیا ہے اس سے وہ افتاء کے منصب جلیل پہ متمکن نظر

نہیں آتے بلکہ وہ پی پی پی کے ایسے عام رکن کی حیثیت میں نظر آتے ہیں کہ جس کے اعصاب پر بیگم زرداری کا تسلط

ہو۔ اس دفعہ کی اصل عبارت اس طرح ہے:

رئیس مملکت کا مسلمان مرد ہونا ضروری ہے جس کے تدین۔ صلاحیت اور

اصابت رائے پر جمہور یا اُن کے منتخب نمائندوں کو اعتماد ہو۔

[۵۲ میں علماء کی مرتبہ اسلامی دستوری سفارشات اور ان کے مصدقہ ۲۳

نکات۔ ص۴ شائع کردہ مجلس احرار اسلام پاکستان]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور عورۃ کی سربراہی کے عدم جواز پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ... حدیث "لن یفلح قوم ولوا امرھم امرأۃ" کے متعلق مفتی صاحب بالکل تدریسی پیرایہ بیان میں فرماتے ہیں کہ :

کونسا قضیہ ہے اگر لن کو جزو یفلح کا کہا جائے چنانچہ ظاہر ہے تو یفلح محمول اور قوم موضوع ہے اور قضیہ کو معدولۃ المحمول کہنا پڑیگا۔ جو قوۃ جزئیہ میں ہے۔ اور اگر اس کو بنظر اس بات کے کہ حرف نفی کے نیچے قوم نکرہ ہے اور نکرہ تحت النفی نعم۔ تو اس صورۃ میں سالبہ کلیہ ہوگا لیکن پھر بھی کیف اور مادہ کے لحاظ سے کوئی دائمہ ہی نہیں چہ جائیکہ ضروریہ ہو تو اس سے حکم دائمی کس طرح سے ثابت کیا جا سکتا ہے

مفتی صاحب کو منطقی اصطلاحات سے عدم واقفیت کی بنا پر اشتباہ ہو گیا ہے کیونکہ قضیہ معدولۃ المحمول۔ قضیہ جزئیہ کے حکم میں نہیں ہوتا بلکہ قضیہ مہملہ۔ قوۃ جزئیہ میں ہوتا ہے جس شخص کو قضیہ مہملہ۔ اور معدولہ کا فرق معلوم نہیں وہ ان فنی اصطلاحات کو صحیح طریقہ پر کیسے استعمال کر سکتا ہے اور اُن کی اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قضیہ دائمہ کے مفہوم سے بھی ناواقف ہیں۔ کیونکہ قضیہ دائمہ کے متعلق اُنہوں نے جو کچھ تحریر کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قضیہ دائمہ میں دوام زمانی سمجھتے ہیں حالانکہ قضیہ دائمہ میں دوام زمانی نہیں ہوتا بلکہ دوام ذاتی ہوتا ہے' اور اگر اس کلام کو قضیہ سالبہ کلیہ تسلیم کر لیا جائے جیسے مفتی صاحب نے خود ہی ایک احتمال بیان کیا ہے۔ تو موجبہ جزئیہ اس کی نقیض ہوگی کیونکہ سلب کلی ہی خود دوام سلب پر دال ہے جیسے لا شئی من الانسان بحجر۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ بعض اوقات یہ سلب متحقق ہے اور بعض اوقات میں نہیں بلکہ دائماً اس سلب کا تحقق ہوگا۔ اب اس صورۃ میں حدیث شریف کا یہ مطلب ہوگا کہ جس وقت بھی عورۃ کی سربراہی متحقق ہوگی وہ صورۃ عدم فلاح میں داخل ہوگی اور اگر اس کو معدولۃ المحمول تسلیم کریں جیسا کہ وہ خود تحریر کرتے ہیں :

"اور اگر اس کو معدولۃ المحمول کہیں چنانچہ گرامر کی کتابوں سے لن مع فعل ایک ہی کلمہ شمار کرتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے پھر تو یہ حکم بعض مواضع میں ہوگا نہ ہر جگہ میں"

اوّلاً تو اُن کی یہ بات ہی غلط ہے کہ معدولہ قوۃ جزئیہ میں ہوتا ہے۔ اور اگر اُن کی اس غلط بات کو ہم ایک لمحہ کیلئے صحیح تصوّر کر لیں تب بھی اُن کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ یہ خود ہی تسلیم کر چکے ہیں کہ یہ حکم یعنی عدم فلاح بعض مواضع میں ہوگا نہ ہر جگہ۔ ہم کہتے ہیں کہ جن بعض مواضع میں اس حکم کے تحقق کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپ تسلیم کرتے ہیں کہ بیگم [illegible] کا دورِ حکومت بھی نہیں [illegible] اور ملک کے طول و عرض میں اضطرابی کیفیت آئے دن قتل و غارت۔ اغوا۔ اور قطع طریق کے واقعات حکمران کی نااہلی کا بیّن ثبوت ہے

مفتی صاحب نے جس طرح منطقی اصطلاحات کو غلط طریقے سے استعمال کیا ہے اسی طرح اُنہوں نے علم معانی کی اصطلاحات کو بھی استعمال کیا ہے۔ لیکن وہ بھی اسی طرح غلط طریقے سے۔

مفتی صاحب نے اپنے مزعومہ نظریہ کے ثبوت کے لئے واقعات سے بھی استدلال کیا ہے ان واقعات کے ضمن میں فاطمہ جناح اور ایوب خان کے انتخابی معرکہ کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

"ہمیں یاد ہے کہ جب محترمہ فاطمہ جناح مرحومہ۔ مرحوم جنرل محمد ایوب خان کے مقابلہ میں صدارتی انتخاب لڑ رہی تھیں تو علماء نے زمین کو آسمان تک پہنچا دیا تھا۔ اور محترمہ کے صدارت کیلئے سب کچھ جائز قرار دیدیا۔ اور جب بیچاری محترمہ بے نظیر کی باری آئی تو آسمان کو زمین تک پہنچانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔" فوا اسفا!

مولانا صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ واقعات سے احکام تبدیل نہیں ہوتے۔ جن علماء نے اس وقت فاطمہ جناح کی حمایت کی تھی ان کا وہ اقدام غلط تھا اور آج جو لوگ بیچاری "محترمہ بینظیر" کی حمایت میں قرآن و حدیث کی نصوص میں تاویلات کر کے اس کی حمایت میں زمین کو آسمان تک پہنچانے کے عمل میں مصروف ہیں اُن کا بھی یہ اقدام غلط ہے۔

اسی طرح انہوں نے ملکہ بلقیس کی حکومت کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ مولانا کا اس واقعہ سے بھی استدلال صحیح نہیں۔ اس لئے کہ جب تک کسی صحیح روایت سے یہ امر ثابت نہ کیا جائے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی سلطنت کو برقرار رکھا۔ اور یہ امر اب تک کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں ہو سکا۔ بلکہ، قرآن مجید کی آیت سے تو اس امر کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ سلیمان علیہ السلام کی درگاہ اقدس میں حاضری کے بعد اس کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔

اسی طرح ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ جمل کا بھی ذکر کیا ہے ہمارے نزدیک یہ ایک حادثہ ہے اس میں نہ خلافت کی بات ہے اور نہ کسی امارت کا شائبہ۔

مفتی صاحب کے اگر تمام استدلالات کو تسلیم کر کے عورت کی سربراہی کو صحیح تصور کر لیں پھر بھی اس وقت کے حالات کے اعتبار سے عورت کا اس منصب پر جلوہ افروز ہونا عوارض کی وجہ سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ناجائز ہے اس لئے کہ اس منصب پر فائز ہونے ہونے عورۃ کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ غیر محرم مردوں کے ساتھ نشست و برخاست کرے اور بعض اوقات خصوصی ملاقات میں غیر محرم مرد کے ساتھ خلوۃ بھی ہوتی ہے مفتی صاحب خود ہی واضح کریں کہ خلوۃ کا فقہی اعتبار سے کیا حکم ہے ؟ ۔ اور ظاہر ہے کہ جو منصب عورۃ کیلئے اس طرح کے منکرات کو مستلزم ہو اس منصب پر عورۃ کا تمکن کس طرح صحیح ہو سکتا ہے ۔ تدریسی اصطلاح میں اس کو ممتنع بالغیر کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے ۔

آخر میں ہم مفتی صاحب اور ان کے ہمنوا نام نہاد مذہبی رہنمؤں سے سوال کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں اٹھائیس غزوات میں بہ نفسِ نفیس شرکت کی ہے اور آپ کی عادۃ شریفہ یہ تھی کہ جب بھی آپ مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے جاتے تھے تو مدینہ منورہ میں کسی نہ کسی صحابی کو اپنا قائم مقام مقرر کر جاتے تھے ۔

ہمیں ان واقعات میں سے کسی ایک واقعہ کی نشاندھی کریں جس میں آپ نے یہ نیابت ازواج مطہرات یا بنات طاہرات یا کسی دوسری صحابیہ عورۃ میں سے کسی کے سپرد کی ہو ۔ یا خلفاء راشدین کے دورِ خلافۃ میں کسی عورۃ کو قاضی یا کسی علاقہ کا عامل مقرر کیا گیا ہو ۔

ھاتو ابرھانکم ان کنتم صادقین

اللھم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہ

شبیر احمد عاجز قیصرانی
رحیم یار خان

عظمتِ ماہِ رمضان

سال میں اک مرتبہ آتا ہے جب ماہِ صیام — ہے یہ لازم دوستو اس کا کریں ہم احترام
کون جانے پھر کسے یہ ماہِ رمضاں ہو نصیب — آئیے کچھ اس میں کرلیں آخرت کا اہتمام
ہوگیا اس ماہ میں قرآن کا اکمل نزول — مومنوں کے واسطے ہے یہ مسرت کا پیام
جو رہا محروم اس میں ہے وہ کتنا بدنصیب — وہ رہا دریا کنارے اور پھر بھی تشنہ کام
بخش دے سب کے گناہ ماہِ مقدس کے طفیل — مانگتے ہیں یہ دُعا تجھ سے محمدؐ کے غلام
اذنِ ربی سے ملائک جب اُترتے ہیں یہاں — کس قدر ہے وہ مبارک برکتوں کی ایک شام
جس نے بھی ماہِ مکرم کا رکھا عاجزؔ خیال — دیکھنا تم اُس پہ ہوگی آتشِ دوزخ حرام

© rasailojaraid.com